(33)

سورۃ فاتحہ حُسنِ کلام اور طبعی ترتیب کی ایک اعلیٰ مثال ہے

اس سال ہمارے جلسہ سالانہ کو بعض ایسی خصوصیتیں حاصل ہوں گی جو پہلے کسی جلسہ کو حاصل نہیں ہوئیں

(فرمودہ 29 نومبر 1957ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی کسی مشیّت کے ماتحت اِس سال گرمی بھی شدید پڑی ہے اور اب سردی کا موسم آیا ہے تو اِس کا بھی یہ حال ہے کہ گزشتہ دو ہفتوں میں اِتنی شدید سردی پڑی ہے کہ قوی سے قوی انسان بھی ٹھٹھرا جارہا ہے۔ میں چونکہ پہلے ہی بیمار ہوں اِس لیے موسم کی اس تبدیلی نے میری صحت پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے جس کی وجہ سے میرے لیے معمولی خطبہ دینا اور تقریر کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے مگر بہرحال جمعہ ایک دینی فرض ہے اور اس کو ادا کرنا ہمارے لیے ضروری ہے اس لیے میں مسجد میں آ گیا ہوں۔

میں نے ابھی سورۃ فاتحہ پڑھی ہے۔ اِس سورۃ میں جو تمام اہم مضامین کی جامع ہے اللہ تعالیٰ کی چار صفات کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ 1 یعنی اے خدا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ مجھے بچپن سے

قرآن کریم کا درس دینے کا شوق رہا ہے۔ میری عادت تھی کہ میں دوستوں کو جمع کر لیتا اور ان سے کہتا کہ قرآن کریم کے متعلق مجھ سے کوئی سوال کرو۔ اور جب وہ سوال کرتے تو میں انہیں جواب دیا کرتا تھا۔ اُن سوالوں میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ 2 سے لے کر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ 3 تک تمام صیغے غائب کے رکھے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ انسان کی نظروں سے اوجھل ہے اور وہ اس کی تعریف کر رہا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس فقرہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کے سامنے نہیں بلکہ غائب ہے۔ پھر کہتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ 4 وہ بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اِس میں بھی خدا تعالیٰ کا وجود غائب ہے۔ پھر کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہ جزا سزا کے دن کے وقت کا مالک ہے۔ اِس فقرہ میں بھی غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اِس کے معاً بعد اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ آ جاتا ہے جس میں انسان خدا تعالیٰ کو اِس طرح مخاطب کرتا ہے کہ گویا وہ اُس کے سامنے کھڑا ہے۔ اور وہ اُس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے خدا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ یہ عبارت بظاہر بے جوڑ معلوم ہوتی ہے اور بادی النظر میں یہ طریق حُسنِ کلام کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ میں نے اِس سوال کا یہ جواب دیا کہ یہ طریق حُسنِ کلام کے خلاف نہیں بلکہ حُسنِ کلام کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک کسی چیز کی کامل معرفت حاصل نہیں ہوتی وہ انسان کی نظروں سے اوجھل ہوتی ہے۔ چونکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنے سے پہلے انسان کو خدا تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل نہیں تھی اِس لیے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں غائب کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔ گویا انسان خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اے خدا! میں نے ابھی تک تجھے پہچانا نہیں۔ صرف میرے کان میں یہ آواز آئی ہے کہ کوئی خدا ہے جو رب العالمین ہے، رحمان ہے، رحیم ہے، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے لیکن جب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر غور کرنے کے بعد اسے خدا تعالیٰ کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے خدا! میں تیری ہی عبادت

کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے تجھے دیکھ لیا ہے۔ پہلے میں تجھے وہ وہ کر کے بلاتا تھا اب میں تجھے تُو تُو کر کے بلاتا ہوں۔ پہلے میں نے تجھے دیکھا نہیں تھا لیکن اب میں تجھے دیکھ چکا ہوں اور میری معرفت بڑھ چکی ہے۔ اس لیے اب میں تجھے براہ راست مخاطب کرتا ہوں اور تجھ سے امداد طلب کرتا ہوں۔

غرض قرآن کریم نے اِن آیات میں ایک طبعی ترتیب رکھی ہے۔ سورۃ فاتحہ کی پہلی آیتوں میں غائب کے صیغے استعمال کیے کیونکہ اُس وقت تک خدا تعالیٰ کی معرفتِ تامہ مومن کو حاصل نہیں تھی لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اُس کی جستجو کامل ہوگئی اور خدا تعالیٰ اُسے نظر آنے لگ گیا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ اے خدا! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں۔ اب تُو غائب نہیں رہا بلکہ اب تُو مجھے اپنی روحانی آنکھوں سے نظر آنے لگ گیا ہے۔ اور جب میں نے تجھے دیکھ لیا ہے تو اب تجھے "وہ" سے خطاب نہیں کر سکتا۔ بلکہ "تُو" سے ہی خطاب کروں گا کیونکہ تیری معرفتِ کاملہ حاصل ہو جانے کی وجہ سے تیری محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے۔ اور چونکہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی صفات نے مجھے بتا دیا ہے کہ تجھ میں ہی مدد دینے کی طاقت ہے اور جب تک وہ نہ آئے گی میں کامیاب نہیں ہو سکتا اس لیے اب میں تجھ سے ہی مدد کا طلب گار ہوں۔ جب تک مجھے کامل معرفت نہیں ہوئی تھی میں سمجھتا تھا کہ میری مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ لیکن اب مجھے پتا لگ گیا ہے کہ تیری ہستی دنیا میں موجود ہے اور تُو بڑی طاقتوں والا ہے۔ اس لیے اب میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ درحقیقت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے مقابلہ میں رکھا گیا ہے اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے مقابلہ میں ہے کیونکہ عبادت دنیا میں ہوتی ہے۔ دنیا میں انسان میں طاقت ہوتی ہے کہ وہ کوئی کام کرے۔ اس لیے وہ کہتا ہے اے خدا! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں تاکہ اِس کے نتیجہ میں تیری رضا حاصل ہو۔ لیکن مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں آخرت کا ذکر ہے اس لیے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے مقابلہ میں وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ عبادت کا وقت تو گزر گیا اور وہ وقت آ گیا جو جزا سزا کے لیے مقرر تھا۔ اس لیے اِس کے مقابلہ میں وہ کہتا ہے کہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے خدا! ہمارے کام کا زمانہ

گزر گیا ہے اب ہم دنیا میں نہیں رہے جہاں کام کی طاقت ہم میں پائی جاتی تھی بلکہ ہم مر گئے ہیں اور تیرے سامنے حاضر ہیں۔ اس لیے ہم تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ تُو ہم پر رحم فرما۔

قرآن کریم میں لکھا ہے کہ جب کافر جہنم کی تکلیف کو برداشت نہیں کرسکیں گے تو وہ خدا تعالیٰ سے کہیں گے کہ اے خدا! تُو ہمیں اس آگ سے نکال لے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آئندہ ہم ہمیشہ نیک اعمال بجالائیں گے اور کبھی تیری نافرمانی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں یہی جواب دے گا کہ کیا ہم نے اس سے پہلے تمہیں دنیا میں ایک لمبی عمر عطا نہیں کی تھی؟ پھر تم نے اُس وقت کیوں کوئی نیک کام نہ کیا؟ اب یہ عمل کی جگہ نہیں۔ عمل کی جگہ دنیا تھی۔ اب تم اپنے بداعمال کا نتیجہ بُھگتو۔5

غرض رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا تعلق چونکہ دنیوی زندگی سے تھا اس لیے انسان کہتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ اے ہمارے رب! ابھی ہم دنیا میں زندہ موجود ہیں، ہم میں عمل کی طاقت ہے اور ہم اعمال کے ذریعہ تیری مدد کو کھینچ سکتے ہیں۔ اس لیے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ مگر جب وہ وقت گزر گیا اور يَوْمِ الدِّيْنِ کا زمانہ آ گیا تو وہ کہتا ہے اے خدا! دنیا سے ہم گئے جو عمل کی جگہ تھی۔ اور ہم واپس بھی نہیں جاسکتے کیونکہ تیرا قانون ہے کہ مُردے واپس دنیا میں دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتے۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ تُو ہی مدد فرما تا کہ ہم عذاب سے بچ جائیں۔ غرض یہ مضمون ہے جو اِس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ نہایت مختصر یعنی صرف سات آیات کی سورۃ ہے لیکن اس میں بڑے بڑے لطائف اور غرائب بیان کیے گئے ہیں۔

ہمارا جلسہ سالانہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے بالکل قریب ہے۔ میں نے پچھلے جمعہ میں تحریک کی تھی کہ ربوہ والے جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لیے اپنے مکانات دیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جہاں اہلِ ربوہ کا یہ فرض ہے کہ وہ مہمانوں کی خدمت کریں اور اُن کی رہائش کے لیے مکانات دیں وہاں باہر سے آنے والوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اہلِ ربوہ کی اِس قربانی کی قدر کریں جو وہ یہاں رہ کر کر رہے ہیں۔

یہ جلسہ سالانہ بڑی خصوصیتوں والا ہے۔ کیونکہ اس جلسہ پر خدا تعالیٰ کے فضل سے سارے قرآن کی ایک مکمل لیکن مختصر تفسیر شائع ہو جائے گی۔ حدیث کے متعلق بھی ایک کتاب شائع ہو جائے گی۔ اِسی طرح اَور بھی بعض کتابیں شائع ہوں گی۔ اِس کے علاوہ اِس موقع پر جیسا کہ میں

اعلان کر چکا ہوں ایک نئی قسم کا وقف جماعت کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ ساری خصوصیتیں ایسی ہیں جو پہلے کسی جلسہ میں نہیں ہوئیں۔ اس لیے دوستوں کو کثرت کے ساتھ آنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر خود آ کر میری زبان سے باتیں سننا گھر میں بیٹھ کر اخبار میں تقریریں پڑھنے کی نسبت بہت زیادہ بابرکت ہے۔ بہر حال جہاں ربوہ والوں نے سارے سال کے لیے اپنے آپ کو مرکز کے لیے قربان کیا ہے اور یہاں آ کر بس گئے ہیں وہاں باہر والوں کو بھی چاہیے کہ وہ جلسہ سالانہ پر ربوہ آئیں۔ اور اگر سارا سال وہ وقف نہیں کر سکتے تو تین دن تو ربوہ کے لیے وقف کریں۔ اگر کوئی شخص سارا سال ربوہ میں نہیں رہا تو کم از کم تین دن کے لیے تو وہ یہاں آ جائے۔ ورنہ جو شخص تین دن بھی مرکز کے لیے وقف نہیں کرتا اُس کی زندگی کا کیا فائدہ؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر آنے کی دوستوں کو تحریک کی تو بڑے درد سے فرمایا کہ:-

"مبائعین محض لِلّٰہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں"۔6

پس تم بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر آؤ اور جلسہ میں شامل ہو کر اِس سے فائدہ حاصل کرو اور ملاقات کر لو۔ کیونکہ پتا نہیں کہ پھر بعد میں ملاقات کا کوئی موقع میسر آئے یا نہ آئے"۔

(الفضل 5 دسمبر 1957ء)

---

1 : الفاتحة: 5

2 : الفاتحة: 2

3 : الفاتحة: 4

4 : الفاتحة: 3

5 : وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ (فاطر: 38)

6 : اشتہار التوائے جلسہ 27 دسمبر 1893ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 361